عجائباتِ فرنگ کے تشکیکی پہلو

شاہد نواز*

Abstract:

Ajaibat-e-Farang is an authentic reference in the tradition of Urdu Travelogue. The discourse underview does not relate to the discussion about the standered of Ajaibat-e-Farang, but actually is a skepticism against the travelogue and its author, Yousuf Khan Kamal Posh. The text of the discourse and other references argue, whether Kamal Posh had been the propeganda agent of imperialism and his text had been written keeping in view some special purposes. Moreover some quries have been raised in relation with the writer and his creation.

تاریخ یوسفی المعروف عجائبات فرنگ نہ صرف اردو سفر نامے میں اپنی تاریخی اور ادبی حیثیت منوا چکا ہے۔ بلکہ بغور دیکھا جائے تو اردو طبع زاد تخلیقی نثر میں بھی اسے تقدیم حاصل ہے۔ بلا شبہ اردو نثر عجائبات فرنگ کے منظر عام پر آنے سے پہلے مختلف ادوار سے گزر چکی تھی مگر یاد رہے کہ طبع زاد تخلیقی نثر ناپید تھی۔ اردو نثر کی تاریخ میں داستانوں کو خصوصاً وہ داستانیں جو فورٹ ولیم کالج کے زیر اثر ترجمہ کی صورت منظر عام پر آئیں۔ اولین تخلیقی نثر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ مگر یہ حقیقت بھی راسخ ہے کہ یہ داستانیں یا تو دوسری زبانوں سے ماخوذ ہیں' یا پھر منظوم داستانوں کا نثری قالب ہیں۔ لہٰذا اس اعتبار سے ان داستانوں کو کسی طرح بھی طبع زاد تحریریں نہیں کہا جا سکتا۔

دوسری طرف تاریخ' مذہب اور دیگر موضوعات پر تحریریں تو اردو میں ملیں گی مگر ان تحریروں کو کسی طرح بھی ادبی تخلیق کا درجہ نہیں دیا جا سکتا۔ اس زاویئے سے دیکھیں تو عجائبات فرنگ ایک ایسا سفر نامہ ہے' جو اردو نثر کی تخلیقی روایت میں تقدیم کا حامل ہے۔ ایک ایسی تحریر جس میں' سفر نامہ کے قدیم سے جدید رنگ شامل ہیں۔ یہ سفر نامہ دراصل اس وقت زیادہ نمایاں ہوا جب ڈاکٹر مظفر عباس نے ۱۹۸۲ء میں اسے مدون کیا۔ بلاشبہ یہ کام بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اردو نثر کا اتنا اہم نمونہ لوگوں کی نظروں سے اوجھل تھا' جسے ڈاکٹر مظفر عباس نے قارئین کے لیے

* شعبہ اُردو، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا

تدوین کیا۔

عجائبات فرنگ اوراس کا مصنف یوسف خان کمل پوش بظاہر تاریخ ادب میں اپنی حیثیت منوا چکے ہیں اور شائدان پر کسی طرح کی تشکیک کا اظہار نہیں کیا گیا۔مگر حقیقت یہ ہے کہ مصنف کے حالات وکرداراورسفر نامے کا متن داخلی شواہد کی بنا پر بہت سے سوالات جنم لیتے ہیں۔زیرنظر مقالے میں سفر نامے کی فکری وفنی اہمیت کے حوالے سے اتنی بحث نہیں ہوگی' کہ یہ پہلے ہی بہت سے ناقدین کر چکے' بلکہ کچھ سوالات اوران سے متعلق بحث کرنا مقصود ہے' کہ جواس سفر نامے' مصنف اوراردو کی نثری تاریخ کے حوالے سے بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ذیل میں ان سوالوں کونکات کی صورت ملاحظہ کیجئے بعدازاں ان پر تفصیلی بحث ہوگی۔

- ☆ مصنف کا نام کیا ہے؟
- ☆ کیا مصنف شاعراورنثر نگار ہے؟
- ☆ مصنف کی دیگرنثری وشعری تخلیقات کا وجود؟
- ☆ یوسف خان بذات خوداس تخلیق کا مصنف ہے یا پھرمحض راوی
- ☆ سفرنامے کا دورانیہ کتنا ہے؟
- ☆ مصنف کے کردار میں تشکیک کے پہلو۔
- ☆ مصنف کی ذات کوبطورسیاح اس قدراہمیت کیوں ملی؟
- ☆ یوسف خاں'برطانوی سامراج کےمخصوص پروپیگنڈے کا حصہ؟

سب سے پہلا سوال مصنف کے نام کا ہے۔ یوسف خان کمل پوش' یوسف خاں کمبل پوش' مذکورہ بالا دونوں نام مصنف کے بارے میں رائج ہیں۔حامدحسن قادری نے داستان تاریخ اردو میں یوسف خاں کمبل پوش جبکہ ڈاکٹر مظفرعباس نے' یوسف خاں کمل پوش لکھا ہے۔دلچسپ بات یہ ہے کہ دونوں نام درست ہیں۔مسئلہ صرف اور صرف املا کا ہے۔۱۸۷۳ء میں عجائبات فرنگ کا جو دوسرا ایڈیشن مطبع منشی نول کشور سے شائع ہوا۔اس کا سرورق دیکھیں تو سارا قصہ سمجھ آجاتا ہے۔وہاں پر مصنف کا نام کچھ یوں درج ہے۔یوسف خان کمل پوش' مگر خان کا نون یا نون غنہ کے عین اوپر کمل لکھا ہوا ہے۔جس کی بنا پر شاید حامدحسن قادری اوراس قبیل کے دوسرے لوگوں نے اسے یوسف خاں کمبل پوش سمجھ لیا۔اب یہ دلچسپ پہلو بھی دیکھئے کہ مصنف اس دور کی رائج املا کے مطابق نون غنہ کے لیے بھی نقطہ استعمال کرتا ہے۔اور یوں وہ یوسف خاں کمل پوش کو یوسف خان کمل پوش لکھتا ہے اسی سرورق کو ملاحظہ کریں تو مختلف جگہوں پر مصنف نے''میں'' کی املا''مین''لکھی ہے۔املا کی یہ صورتحال ان کے۱۸۷۳ء کے نسخے کے متن میں بھی دیکھی جاسکتی ہے۔یہاں یہ امر بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہے کہ یوسف خاں کمل پوش کو جن لوگوں نے کمبل پوش لکھا ہے۔وہ بھی حق بجانب ہیں کیونکہ مصنف نے کمل کا لفظ بمعنی کمبل ہی استعمال کیا ہے۔اس سلسلے میں سفر

نامے کے متن سے ایک حوالہ دیکھئے: ''تم آپ اپنے کھانے پینے کا فکر کرو، میں غنیمت سمجھا درخت کے نیچے کمل بچھا کر بیٹھا رات بھر وہاں رہا، صبح اٹھ کر دولت آباد جانے کا قصد کیا۔''(۱)

مگر دلچسپ بات یہ ہے کہ مصنف کے نام کا حصہ ''کمل پوش'' کی وجہ تسمیہ کسی بھی طرف سے نہیں ملتی۔ بلا شبہ مصنف کا یہ نام کسی وجہ سے ہوگا۔ بعض لوگوں نے درویشی کی وجہ سے ایسا قرار دیا ہے۔ مگر یوسف خاں کے کردار میں درویشی کی ایسی جھلک نظر نہیں آتی، کہ اسے اس طرح کا نام دیا جائے۔ یہ امر حقیقت میں تحقیق طلب ہے۔

سفر نامہ کی تدوین کرتے وقت ڈاکٹر مظفر عباس نے مصنف کا مختصر سوانحی خاکہ بھی پیش کیا ہے۔ اگرچہ یہ نامکمل سوانحی خاکہ ہے۔ مگر چند اشارے ضرور ملتے ہیں۔ اس خاکے میں مدون نے مصنف کے بارے میں رائے دیتے ہوئے لکھا ہے:

> ''یوسف خاں شاعر بھی تھا۔ اگرچہ اس دور کے لکھنؤ شعراء میں اُس کا کوئی خاص مقام نہیں ہے۔ تاہم متوسط درجے کا شاعر تھا اور خواجہ حیدر علی آتش جیسے باکمال اُستاد سے شرف تلمذ رکھتا تھا۔ نظم و نثر دونوں پر یکساں عبور رکھتا تھا۔ لیکن نثر اس کا خاص میدان ہے اور اس کے سفر نامے کے اسلوب کو دیکھ کر اسے اچھا نثر نگار ماننا ہی پڑتا ہے۔''(۲)

بلا شبہ ڈاکٹر مظفر عباس نے بہت محنت سے یہ کام کیا ہے۔ مگر بعض معاملات سے وہ سرسری جہان سے گزرے ہیں۔ مثلاً مصنف کا واحد نثری تحریری حوالہ یہی سفر نامہ ہے۔ اور شاعری میں بھی کہیں پر یوسف خاں کمل پوش کا کوئی دیوان یا شعری مجموعہ نظر نہیں آتا، اگرچہ دو غزلوں کا حوالہ مدون نے تذکرہ سراپا سخن کے حوالے سے لیا ہے۔ اس کے علاوہ تذکرہ سخن شعراء میں بھی دو اشعار کا حوالہ نقل کیا گیا ہے۔ مگر مدون خود ہی ان شعروں کے خالق کے بارے میں تشکیک کا شکار ہے: ''یہاں یوسف کے ساتھ لفظ ''شاہ'' محلِ نظر ہے، تاہم درویشے اور آزاد طبع کے الفاظ اس جانب اشارہ کرتے ہیں، کہ یہ کمل پوش ہی ہوسکتا ہے۔''(۳)

گویا مدون کو یقین نہیں ہے اور نہ ہی تحقیق یہ ثابت کرتی ہے کہ یہ کسی دوسرے یوسف نامی شاعر کے نہیں بلکہ یوسف خاں کمل پوش کے شعر ہیں۔ یہ قرین قیاس ہوگا مگر تحقیق طلب۔ اس مضمون میں اگرچہ یوسف خاں کمل پوش کی شاعری یا شاعر ہونا موضوع بحث نہیں ہے۔ بلکہ بطور نثر نگار چند تشکیکی پہلوؤں کا جائزہ لینا مقصود ہے۔ یہ امر انتہائی حیرت کا باعث ہے، کہ تاریخِ یوسفی سا سفر نامہ تحریر کرنے والا کسی دوسری تحریر کا مصنف کیوں نہیں؟ بظاہر یہ سوال بہت عجیب ہے، مگر کیا یہ حقیقت نہیں کہ عجائبات فرنگ کا اسلوب اس بات کی چغلی کھاتا ہے، کہ اس کا مصنف باقاعدہ نثر نگار ہے، جو نہ صرف اس دور کی تحریری روایت سے آگاہ ہے بلکہ نثر کے جمالیاتی اور تکنیکی پہلوؤں سے بھی بھرپور آشنا ہے۔ سفر نامہ کے مطالعے سے تو یوں لگتا ہے کہ مصنف کو سفر نامہ نگاری کی روایت اور تکنیکی پہلوؤں کا بھی

بخوبی اندازہ ہے۔ یہ فنی پہلو،انگریزی سفرنامے میں اس وقت میسر تھے۔اردو یا دیگر ہندوستانی زبانوں میں اگرسفر نامے کی کوئی ابتدائی روایت تھی تو وہ فنی طور پر اس قدر پختہ نہیں تھی کہ اس روایت کا نتیجہ عجائبات فرنگ ہوتا۔اردونثر کی تاریخ میں بھی یوسف خاں کمل پوش کی کسی دوسری تحریر کا حوالہ نہیں ملتا اگر اردو کے اس پہلے سفرنامے کا تقابل اردو کی دیگر نثری اصناف مثلاً ناول، افسانہ، سوانح نگاری کے ابتدائی نمونوں سے کیا جائے، تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ، جو فنی کمزوریاں اور ناپختگی ان اصناف میں موجود ہیں۔ وہ اس سفرنامہ کو دور سے بھی چھو کر نہیں گزریں۔سفرنامے کا یہ پہلو تحریر کے بارے میں شک پیدا کرتا ہے۔مثلاً سب سے بڑا شک یہ ہے کہ کیا سیاح یوسف خاں کمل پوش محض واقعات نگار ہے اور اس سفرنامے کا اصل خالق، یا اس کو تحریر کا رنگ دینے والا کوئی کاتب یا دوسرا نثر نگار ہے۔ابتدائی طور پر شک کا یہ پہلو مضحکہ خیز بھی ہوسکتا ہے۔مگر مضمون میں آگے چل کر کچھ پہلو زیر بحث آئیں گے، جس سے اس شک کو مزید تقویت ملے گی۔

اگلا بحث طلب پہلو یہ ہے کہ مصنف نے یہ سفر کب کیا۔ڈاکٹر مظفر عباس نے سفرنامے کے مقدمے میں تحریر کیا ہے۔''کمل پوش نے سفرنامے کا آغاز ۳۰ مارچ ۱۸۳۷ء کو کیا اور ۲۵ جنوری ۱۸۳۸ء کو واپس کلکتہ پہنچا۔اس طرح سفرنامے کا سلسلہ کم وبیش سوا سال کے عرصے پر پھیلا ہوا ہے۔''(۴)

اسی سلسلے میں حامد حسن قادری کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔''یوسف خاں کمبل پوش ۲۰ مارچ ۱۸۳۷ء کو کلکتہ سے انگلستان روانہ ہوئے تھے اور ۲۵ جولائی ۱۸۳۸ء کو واپس کلکتہ پونہچے۔''(۵)

یہاں پر حامد حسن قادری نے بھی ۲۰ مارچ کی تاریخ لکھی ہے۔جبکہ اصل میں یہ ۳۰ مارچ ہے۔ممکن ہے یہ کاتب کی غلطی ہو۔دوسری طرف مدون سے عرصے کا تعین کرنے میں کوئی سہو ہوا ہے کیونکہ ۳۰ مارچ ۱۸۳۷ء سے ۲۵ جنوری ۱۸۳۸ء تک بمشکل ۱۰ ماہ کا عرصہ بنتا ہے۔مگر مدون نے اسے سوا سال (۱۵ ماہ) کہا ہے۔اس سلسلے میں جب سفرنامے کے متن سے رجوع کیا جائے، تو مسئلہ حل ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ایک اقتباس دیکھیے۔

> چلتے چلتے پچیسویں تاریخ جولائی کے ناؤ ہماری کلکتہ پہنچی۔ دوستوں آشناؤں سے ملاقات ہوئی سبھوں نے میرے حال پر شفقت کی۔(۶)

اس اقتباس سے واضح ہوتا ہے کہ مدون یا کمپوزر سے ۲۵ جولائی کی بجائے، جنوری لکھا گیا ہے۔ ۲۵ جولائی تک عرصے کا تعین کیا جائے تو تقریباً ۱۶ ماہ بنتا ہے جسے مدون نے سوا سال لکھا ہے۔اگرچہ مصنف ۲۲ اپریل کو واپس بمبئ پہنچ چکا تھا۔

اس تحریر کا سب سے اہم سوال یہ ہے کہ ''یوسف خاں کمل پوش'' کا کردار بذات خود تشکیک کا شکار ہے اور ذیل میں اسی حوالے سے کچھ بحث کی جائے گی۔اس سفرنامہ پر مختلف تنقیدی و تحقیقی تحریروں اور سفرنامے کے ابتدائی

متن سے یہ بات واضح ہے کہ مصنف نے اس سیاحت سے قبل، باقاعدہ تیاری کی جس میں سب سے زیادہ اہمیت انگریزی زبان کو سیکھنے پر دی گئی اور تقریباً چھ ماہ تک کلکتہ میں رہ کر انگریزی زبان میں کسی قدر مہارت حاصل کی۔ مصنف نے جن علاقوں کی سیاحت کی اُن میں اگرچہ لندن، فرانس، مصر زیادہ اہم ہیں۔ مگر لندن اور فرانس کی سیاحت کی تفصیل زیادہ ہے۔ اور دلچسپ امر یہ ہے کہ اس سفر کے لیے صرف انگریزی زبان سیکھنا ہی ضروری سمجھا گیا۔ مصنف کی زندگی کا وہ دور جو اس سیاحت سے پہلے کا ہے، وہ بھی بہت دلچسپ اور اہم ہے۔ پیشے کے لحاظ سے وہ فوجی ہے اور اس کا آبائی وطن حیدرآباد (دکن) ہے۔ مگر اس کی زندگی میں ہونے والی ترقی باعث حیرت ہے۔ ۱۸۲۸ء میں اپنے وطن حیدرآباد کو چھوڑ کر یہ شخص لکھنؤ پہنچا اور وہاں نصیر الدین حیدر شاہ کی فوج میں ملازم ہوا۔ اس سلسلے میں دو اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

''یوسف خاں نام، یوسف تخلص اور کمل پوش لقب تھا، والد کا نام احمد خان غوری، آبائی گاؤں حیدرآباد (دکن) تھا۔ جہاں سے ۱۸۲۸ء میں نقل مکانی کے بعد پھرتے پھراتے لکھنؤ پہنچا اور نواب نصیر الدین حیدر، بادشاہ اودھ کی فوج میں بطور جمعدار ملازم ہو گیا۔ یہاں ترقی کرتے کرتے بالآخر ایک رسالے کا صوبیدار ہو گیا اور کم و بیش تیس سال تک توپ خانہ میں خدمات انجام دیتا رہا۔''(۷)

اس اقتباس سے دو باتیں مترشح ہیں۔ ایک ۱۸۲۸ء سے قبل مصنف کے بارے میں کوئی معلومات نہیں ملتیں، اور نہ ہی مصنف نے خود اپنے بارے میں کچھ بتایا ہے۔ دوسرا تقریباً وہ اپنی وفات تک اس ملازمت پر قائم رہا کیونکہ مصنف کا سال وفات ۱۸۶۱ء ہے۔

اب دوسرا اقتباس ملاحظہ ہو۔

''ولایت کی سیاحت اس کی پہلی سیاحت نہیں تھی... وہ ۱۸۲۸ء میں اپنے وطن حیدرآباد سے روانہ ہوا اور عظیم آباد ڈھاکا، مچھلی بندر، مندراج، گورکھ پور، نیپال، اکبرآباد، اور شاہ جہان آباد دیکھتا ہوا بیت السلطنت لکھنؤ روانہ ہوا۔ لندن روانہ ہونے سے قبل اس نے اندرون ہند مشہور مقامات کی سیر کی۔''(۸)

مذکورہ بالا تمام حوالوں میں کہیں بھی یہ واضح نہیں ہے کہ مصنف کتنے عرصے تک ان علاقوں کی سیاحت کرتا رہا۔ اور کب شاہ اودھ کی فوج میں ملازم ہوا۔ مگر یہ بات ان حوالوں سے واضح ہے کہ مصنف کو شاہ اودھ کی فوج میں جمعداری سے صوبے داری کے عہدے پر بہت قلیل عرصے میں ترقی دی گئی۔ مصنف نے اپنے اس سفر کی جو وجہ بتائی ہے وہ بہت اہم ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

''ناگہاں شوقِ تحصیل علم انگریزی کا دامن گیر حال ہوا۔ بہت محنت کر کے تھوڑے

دنوں میں اسے حال کیا۔ بعداس کے بیشتر کتابوں تواریخ کی سیر کرتا ہے۔ دیکھنے حال شہروں اور راہ ورسم ملکوں سے محظوظ ہوتا۔''(۹)

ایک اور اقتباس ملاحظہ ہو۔

''اکبارگی اٹھارہ سو چھتیس عیسوی میں دل میرا طلب گار سیاحی جہان خصوصی ملک انگلستان کا ہوا۔ شاہ سلیمان جاہ سے اظہار کر کے رخصت دو برس کی مانگی شاہ گردوں بادہ نے بصد عنایت وانعام اجازت دی۔ عاجز تسلیمات بجالایا اور راہی منزل مقصود کا ہوا۔''(۱۰)

درج بالا حوالوں سے ان پہلوؤں پر گمان ہوتا ہے، کیا مصنف کے تمام معاملات میں کہیں انگریزوں کا ہاتھ تھا۔ شاہ اوودھ کی فوج میں ملازمت اور ترقی' جبکہ اس کا کوئی سپہ گری کا پس منظر نظر نہیں آ تا۔ اچانک انگریزی زبان کی تحصیل کا شوق اور سفر کی باقاعدہ تیاری' شاہ اودھ سے دو سال کی نہ صرف رخصت بلکہ انعام و کرام کے ساتھ۔ اور چھ ماہ تک کلکتہ میں قیام' جو کہ اس وقت ہندوستان میں انگریزوں کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ کیا وہاں پر مصنف کا قیام اس لیے تھا' کہ اس کی تربیت خاص ہو سکے اور بعدازاں اسے خصوصی مشن پر روانہ کیا جا سکے۔ یوں گماں ہوتا ہے کہ یوسف خاں کمل پوش انگریزوں کے کہنے پر اس خاص سفر پر روانہ ہوتا ہے۔ اور ان کے دیئے گئے خاص مقاصد کی تکمیل کرتا ہے۔ اس سلسلے میں چند مزید پہلو توجہ طلب ہیں۔ یوسف خاں کمل پوش کو دوران سفر عام مسافروں کی نسبت زیادہ سہولیات دی جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں اسے لندن' اور دیگر علاقوں میں ایک خاص شخصیت (VIP) یا کسی حد تک سرکاری مہمان کی حیثیت سے سیاحت کے لیے سہولیات دی جاتی ہیں۔ کیا یہ تمام سیاحوں کے ساتھ روا رکھا جانیوالا رویہ تھا یا پھر کسی خصوصی سیاح پر شفقت۔ ذیل میں چند حوالے دیئے جائیں گے کہ جن سے واضح طور پر پتہ چلتا ہے کہ مصنف کو خاص اہمیت دی گئی ہے اور بعدازاں وہ مقاصد بھی بیان کیے جائیں گے' کہ جو انگریز حکام یوسف خاں کمل پوش سے تکمیل کروانا چاہتے تھے۔ انگریزوں کا یہ سلسلہ یوسف خاں کمل پوش تک رکا نہیں' بلکہ بعدازاں دیگر بہت سے ادیب اور دانشور انگریزوں کے آلہ کار بنے رہے۔ اردو نثر کی دیگر اصناف کی طرح سفر نامہ کی روایت میں بیسویں صدی سے قبل تک انگریزوں کے زیر اثر لکھے گئے سفر نامے ملتے ہیں۔ جن میں انگریزوں کی ثقافت' انسان دوستی' اصلاحات اور سماجی ترقی' علوم میں ان کی برتری کے پہلو نمایاں کیے گئے۔ یوسف خاں کمل پوش بھی اس سفر نامے میں جہاں کہیں ہندوستانی اور برطانوی یا یورپی تہذیب کا تقابل کرتا ہے۔ وہاں وہ یورپی تہذیب کو بہت زیادہ مہذب اور ترقی یافتہ دکھاتا ہے جبکہ مقامی تہذیب کو پسماندہ' جاہلانہ دکھاتا ہے اور صرف یہی کچھ نہیں کرتا بلکہ مقامی تہذیب کے خلاف' نفرت اور حقارت کا پہلو پوشیدہ لیے ہوئے ہے۔ دراصل یہ بہت اہم نکتہ ہے۔ برطانوی سامراج یا ہر وہ قوم یا طبقہ جو کسی دوسرے علاقے پر فتح پانا چاہتا ہو' وہ اپنی تہذیب کو ترقی یافتہ اور

مہذب اور مفتوح تہذیب کو پسماندہ اور غیر مہذب دکھا کر وہاں اصلاحات اور انسانی ترقی کے نام پر حکومت کرنا چاہتا ہے۔ اور اس کے لیے اسے خاص قسم کے پروپیگنڈا کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس عمل کو تیز اور مؤثر بنانے کے لیے معاشرے کے طاقتور اور مؤثر طبقے کے کرداروں کی ضرورت ہوتی ہے۔ *

چند مثالیں دیکھیے جس میں مصنف یوسف خاں کمل پوش کو وہ سہولیات دی جا رہی ہیں، جو کہ اپنے کسی خاص مہمان کو دی جاتی ہیں۔ لندن کی طرف سفر کرتے ہوئے مصنف کو راستے میں مختلف جگہوں پر قیام اور سیاحت کرنا پڑی بعض جگہوں پر تو وہ سیاحت کے لیے اجتماعی طور پر گئے جہاز کے دیگر افراد کے ساتھ، مگر کچھ جگہوں پر اُن کو خاص طور پر سیر کرائی گئی۔ ایک حوالہ دیکھیے۔

> ''آدمی وہاں کے سب حسین وجمیل، پرلے سرے کے خوبصورت اور شکیل، خواب میں بھی ایسی صورتیں نہ دیکھی تھیں، جو بیداری میں نظر آئیں۔ اٹھارویں تاریخ، افسران جہاز جنگی مجھ کو اپنے جہاز پر سیر دکھانے لے گئے۔ کام مضبوطی اور نفاست جہاز کی دکھائی۔ میں نے تو کبھی ایسا جہاز جنگی نہ دیکھا۔'' (۱۱)

اسی طرح اسی سفر کے دوران ایک سرائے میں مصنف کے قیام پذیر ہونے کا ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

> ''نکلسن صاحب کپتان پلٹن اٹھائیسویں انگریزی کے رخصت لے کر وہاں آئے تھے۔ آدمی اُن کا ہمارے پاس پیغام لایا، اگر اجازت ہو تو ہم تمہاری ملاقات کو آویں۔ ہم نے کہلا بھیجا، ہم لوگ مشتاق ملازمت ہیں۔ آپ تشریف لائیں، عنایت فرمائیں۔ رات کو کپتان صاحب آئے۔ اور حرف دوستانہ زبان پر لائے۔ مجھ سے ٹوپی بدل کر رشتۂ برادری کو مضبوطی دی۔'' (۱۲)

کس قدر عجیب اور حیرت انگیز واقعات ہیں، کہ ایک سیاح کو بحری بیڑوں اور جنگی جہاز کی کس مقصد کے تحت سیر کرائی جاتی ہے۔ دریں اثنا انگریز فوج کی پلٹن کے ایک کمانڈر سیاح کے حضور شرف باز یابی کے پیغامات بھجوا رہے ہیں۔

مصنف جب لندن پہنچتا ہے، تو اسے وہاں کے مقامی لوگ، دعوت پر اپنے گھر بلاتے ہیں۔ اُس کی خوب آؤ بھگت کی جاتی ہے اور دیگر بہت سے لوازمات کا خیال رکھا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ مصنف کو اس گلڈ ہال کی سیر بھی خاص مہمان کے طور پر کرائی گئی جہاں ملکہ کی تاج پوشی ہوتی ہے۔ مصنف کو واپسی کے سفر میں درپیش چند مشکلات سے انگریز افسران یوں بچاتے ہیں۔ جیسے وہ اُن کا کوئی خاص آدمی ہو۔ مصنف کے بقول جب واپسی کے سفر پر قلعہ جبرالٹر کے دربان اُسے اندر جانے سے روکتے ہیں اور شاید پروانہ رہداری و سیر نہ رکھنے پر سزا کا حقدار ٹھہراتے ہیں تو اس وقت بھی ایک انگریز پرنکل صاحب اُن کی مدد کو آ پہنچتے ہیں، جو دراصل ہندوستان جا رہے ہوتے ہیں۔ اس سلسلے میں بہت اہم واقعہ اُس وقت رونما ہوتا ہے۔ جب مصنف مالٹا میں جہاز بدلتے ہیں۔

''آٹھویں فروری ۱۸۳۸ء کو ڈیڑھ بجے پر رات گئے مالٹا میں پہنچا' جہاز سے اُترا' دوسرا جہاز ملیز رنامی اسکندریہ تک ایک سوبیس روپے کرایہ پر ٹھہرا کر اسباب اپنا اس پر لے گیا۔ اس وقت سب صاحبان عالی شان نے میری سفارش کی۔ چٹھی کرنیل لوصاحب ریذیڈنٹ لکھنؤ کے نام پر لکھ کر مرحمت فرمائی۔ لارڈ بنگم صاحب نے بھی چٹھی میں بہت طرح سے وسعی کی۔''(۱۳)

غرض سفر کے دوران مصنف جہاں جہاں بھی گیا اور جہاں قیام فرمایا' وہاں پر اُس کو انگریز صاحبان کی میز بانی یا مجلس ضرور میسر رہی اور اکثر انگریز صاحبان اُس پر بھروسہ کرتے پائے گئے' ان تمام حوالوں کو شاعرانہ تعلّی بھی قرار نہیں دیا جاسکتا کیوں کہ اگر ایسا قرار واقعی پا جائے تو پھر یہ سفر نامہ اول و آخر شاعرانہ تعلیوں کی طرح ہی طُومار نظر آئے گا۔ اور پھر اس سفر نامے میں سوائے اسلوب کے کسی واقعہ پر یقین کیسے کیا جائے۔ اب اسی حوالے سے ایک اور اقتباس دیکھئے کہ جہاں مصنف ایک اور فریضہ سرانجام دیتے دکھائی دیتا ہے۔ اور جس سے اس پہلو کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ وہ قاصد کا کردار کیوں ادا کر رہے تھے۔

''وہاں سے نوکوس راہ چل کر اورنگ آباد پہنچا' ٹامس صاحب کپتان رسالے ساتویں کے نے چکس صاحب کو ایک خط لکھا تھا۔ وہ میرے پاس بندھا تھا۔ چکس صاحب اورنگ آباد میں رہتے۔ نظام کی پیدل فوج میں کپتان تھے۔ خیال آیا کہ ان کے پاس جاؤں خط اُن کا پہنچاؤں۔''(۱۴)

عجیب بات ہے کہ انگریز حکام اپنے رقعات وخطوط ایک ایسے مقامی سیاح کے ہاتھ بھیج رہے ہیں' جس کا انگریزی نظام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ کیا انگریزوں کے پاس اپنے کوئی وسائل نہیں ہیں اور ہر راہ جاتے ہندوستانی کو اپنے تحریری پیغامات ہندوستان میں مقیم مختلف فوجی و نیم فوجی افسران تک بھجواتے ہیں؟ یا پھر یہ خوش بختی صرف یوسف خاں کمل پوش کے حصے میں آئی۔ مصنف کو لندن اور پیرس کی سیاحت کے بعد ہندوستان میں مقامی حکمرانوں اور انگریزوں دونوں طبقات میں قدر و منزلت دی جاتی ہے۔ اسی طرح کے واقعات سفر نامہ میں بہت سے ہیں۔ جن سے اس طرف شک جاتا ہے کہ' مصنف کو آخر اتنی اہمیت کیوں دی گئی۔

اب ذرا اس سفر نامے کا ایک اور پہلو دیکھئے۔ اور یہی وہ پہلو ہے جس کا تذکرہ پہلے بھی آ چکا کہ انگریز یہاں مکمل فاتح بن کر آنے سے پہلے یہ چاہتے تھے کہ اُن کے حوالے سے مثبت پروپیگنڈا کیا جائے۔ اس لیے' انہوں نے کبھی تو یہاں کے طبقاتی نظام پر تنقید کی' تو کبھی یہاں کے حکمرانوں پر' کبھی ہندوستان کے سماجی سدھار کے لیے نام نہاد تعلیمی اور دیگر سماجی ادارے بنائے تو کبھی اپنی روشن خیال اور انسان دوستی کی شعبدے بازی دکھائی۔ یہ سفر نامہ بنیادی طور پر ایک ہی بات کے گرد گھومتا ہے کہ انگریز قوم' اُن کی تہذیب اور ان کے رویے دنیا بھر کے لوگوں سے

بہتر اور ترقی یافتہ ہیں۔ مصنف نے جب بھی تہذیبی اور سماجی تقابل کیا ہر معاملے میں انگریزوں کو فوقیت دی۔ حتیٰ کہ وہ لندن اور پیرس کے تقابل میں پیرس کو کوئی حیثیت نہیں دیتا۔ مصنف کو مصر، پرتگال، ہندوستان غرض جہاں جہاں بھی وہ گیا، ہر جگہ بے شمار خرابیاں نظر آئیں ہیں۔ مگر انگریز اُس کے لیے آسمانی مخلوق ہیں۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ پورے سفر نامے میں ایک جملہ بھی انگریزوں کے خلاف نہیں ہے اور نہ ہی اُن کی تہذیب کے خلاف، نہ ہی مصنف کوئی ایک خرابی اُن کے نظام میں تلاش کر پایا ہے۔ جبکہ اُس کے برعکس ہر وقت اسے باقی تمام قوموں میں بے شمار خرابیاں نظر آتی ہیں۔

اُسے ہندوستان کے حکمران، عیاش کوش، اپنی رعایا سے بے خبر، اُن کے حقوق کے غاصب، نظر آتے ہیں، تو ہندوستان کے فقیر اوباش، جعل ساز اور شعبدہ باز نظر آتے ہیں، غرض ہندوستان کے کسی بھی طبقے سے تعلق رکھنے والے لوگ اس کو مطمئن نہیں کر پاتے۔ جبکہ اس کے برعکس انگریزوں کے تمام طبقات انتہائی ذمہ دار، علم وانسان دوست، ترقی یافتہ اور مہذب نظر آتے ہیں۔

بلاشبہ یہ سفر نامہ اپنے اسلوب کے لحاظ سے اور اولیت کی بناء پر اہمیت کا حامل ہے۔ مگر اپنے اندر ایسے سوالات بھی رکھتا ہے، جن میں سے چند ایک کا تذکرہ اوپر ہو چکا۔ حقیقت میں یہ سفر نامہ مقامیت کے خلاف نفرت اور حقارت اور انگریزوں کے حق میں لکھی گئی پروپیگنڈا نما تحریر ہے۔ اس طرح کی تحریروں کا از سرِ نو مطالعہ ناگزیر ہے۔ تاکہ یہاں کے لوگوں کو اُن کے سابق آقاؤں کا اصل چہرہ دکھایا جا سکے۔ مقامی لوگوں میں یقیناً سب صاحب حیثیت لوگ اس پروپیگنڈے کا شعوری حصہ نہیں تھے۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ بہت سے کردار اس نہج پر انگریزوں کے زرخرید تھے۔ تاریخ کی درستگی کے لیے اس کام کو آج کے سماجی علوم کے ماہرین بہتر طور پر سرانجام دے سکتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ یوسف خاں کمل پوش (۱۹۸۲ء)۔عجائباتِ فرنگ ۔(ڈاکٹر مظفر عباس، مدون) لاہور: مکتبہ عالیہ۔ص۱۸۳

۲۔ ایضاً۔ص۲۴۳

۳۔ ایضاً۔ص۲۴۹

۴۔ ایضاً۔ص۹

۵۔ حامد حسن قادری (۱۹۸۸ء)۔داستانِ تاریخِ اردو۔کراچی: اردو اکیڈمی سندھ۔ص۳۶۸

۶۔ یوسف خاں کمل پوش۔عجائباتِ فرنگ ۔ص۲۲۲

۷۔ ایضاً۔ص۲۴۲

۸۔ انور سدید، ڈاکٹر (۱۹۸۸ء)۔اردو ادب میں سفر نامہ کی روایت۔لاہور: مغربی پاکستان اردو اکیڈمی۔ص۱۱۳

۹۔ یوسف خان کمل پوش۔عجائباتِ فرنگ ۔ص۴۰

۱۰۔ ایضاً۔ص۴۲

۱۱۔ ایضاً۔ص۴۶

۱۲۔ ایضاً۔ص۴۹

۱۳۔ ایضاً۔ص۱۳۱

۱۴۔ ایضاً۔ص۱۸۳